احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ربوہ

نومبر ۱۹۹۲ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین نازؔ

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

نومبر ۱۹۹۲ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر :- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر :- قاضی منیر احمد

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ

مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ۔ ربوہ

اس شمارے میں

جلد نمبر ــــــ ۳۳

شمارہ نمبر ــــــ ۱۱

شرح چندہ

پاکستان ــــــ تیس روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ــــــ تین روپے

اداریہ

آسماں کی ہے زباں یارِ طرحدار کے پاس

"پس آج محمد مصطفی کے دل کی ضرورت ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی دل سے حقیقی سچی ہمدردی کے سرچشمے پھوٹتے ہیں۔ ہر احمدی کو وہ دل اپنے سینے میں داخل کرنا چاہیئے کہ اس دل کے ساتھ بنی نوع انسان کی خدمت کرنی چاہیئے"۔

یہ ہیں وہ الفاظ جو رقت آمیز آنکھوں اور درد انگیز دل کے ساتھ سچی ہمدردی کا جذبہ لئے سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز نے سٹلائیٹ کے ذریعہ بین الاقوامی نشریات میں تمام عالم کو عموماً اور احمدیوں کو خصوصاً مخاطب کرتے ہوئے ۲۰ نومبر ۱۹۹۲ء کو خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمائے اور بوسنیا کے مسلمانوں کے لئے ہر قسم کی امداد کی اپیل فرمائی۔ بوسنیا کے مسلمانوں پر سات ماہ سے سربیائی فوج مسلط ہے اور ہر قسم کے ظلم و ستم کو روا رکھے ہوئے ہے۔ مذہبی تعصّب نے وہاں ظلم و استبداد کی ایسی داستانیں رقم کی ہیں کہ ہٹلر اور ہلاکو کے ظلم ان کے سامنے ماند پڑ گئے ہیں۔ گویا تاریخ کا یہ سیاہ ترین باب ہے۔

حد یہ ہے کہ اب مظلومیت کی انتہاء ظالموں کے دلوں کو چیرنے لگی ہے اور ان کی بعض تنظیموں نے بوسنیا کے درماندہ لٹے پٹے مہاجرین کی اشک شوئی اور اظہار ہمدردی کے لئے امداد کا سلسلہ شروع کیا ہے اور اس مصرع کے مصداق

وہی قتل بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

ان ستم رسیدہ، جگر کبیدہ، دامن دریدہ و پر بریدہ مظلوموں کو پھر قاتلوں کو ہی مجبوراً محسن کہتے بنی۔ عالم اسلام کی ایسے آڑے وقت میں بے حسی نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور ان بے چارے مسلمانوں میں بجا طور پر اسلام کے خلاف نفرت کے جذبات اٹھے۔ انہوں نے عیسائیوں کی طرف سے جو دراصل عیسائیت کے نفوذ اور اسلام کے نفور کے سایوں میں دی جاتی ہے اس کو غنیمت جان کر قبول کیا۔ اسلامی ممالک کی عدم توجہی اور ظلم شدید کے مقابل پر مکمل خاموشی نے اسلام اور مسلمانوں کے لئے ان کے دل سخت کر دیئے ہیں۔ اور وہ اب مسلمانوں سے کسی قسم کی امداد لینے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ چنانچہ احمدیوں کی طرف سے

جب امداد کے لئے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے اسی قسم کے جذبات کا اظہار کیا جس کا اب منطقی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر ان کی طرف بروقت توجہ نہ کی گئی۔ تو اس کی اگلی نسل لازماً عیسائیت کی گود میں چلی جائے گی۔ انسانیت کے ناطے، دعوی حب پیمبرم کے صدقے، ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کی خاطر ایک ہی سینہ بریاں ہوا جس نے اپنے دکھ کا ذکر کر کے بین الاقوامی سطح پر عالم کے ضمیر کو جگایا اور اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"احمدیوں کو میں اس سلسلہ میں توجہ دلاتا ہوں جو مجھے اطلاعیں مل رہی ہیں ابھی تک پورا اس قدر بے چینی کا اظہار ہر جگہ نہیں ہوا جو میں سمجھتا ہوں کہ ہونا چاہیئے۔ جتنی زیادہ تکلیف ہے اس کا عشر عشیر بھی ہمارے احمدیوں کو بھی نہیں پتہ کہ کیا ہو رہا ہے؟ اس لئے سارے یورپ کی جماعتیں اور مغرب کی جماعتیں جن تک میری آواز پہنچتی ہے ان کو میں توجہ دلاتا ہوں۔ کہ خدا کے حضور آپ لوگ بری الذمہ تب ٹھہریں گے جب محمد مصطفےٰ ﷺ کا دل لیکر پھر بنی نوع انسان کی خدمت کریں۔ ایسا دل لے کے جائیں جس کے اوپر خدا کے پیار کی نظریں پڑیں۔ یہ نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ تم کیوں غم نہیں محسوس کر رہے؟ تم کیوں فکر نہیں کر رہے؟ خدا کہے کہ تم کیوں اتنا فکر کر رہے ہو!.........

اس مضمون کو خدا تعالی نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

فلعلک باخع نفسک الایکونوا مومنین

اے میرے محمد ﷺ! کیا تو ابھی خاطر اپنے پاک نفس کو ہلاک کرلیگا جو تیرا انکار کر کے ہلاکت کی طرف جا رہے ہیں۔ پس آج محمد مصطفےٰ کے دل کی ضرورت ہے۔"

چنانچہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ نے بوسنیا کے مسلمانوں پر ہونے والے ناقابل بیان مظالم پر بڑے گہرے درد کا اظہار کرتے ہوئے ان کی ہر ممکن امداد کی اپیل کی ہے کہ جس طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مصیبت زدہ شخص کے لئے بے چین و مضطرب ہوتے تھے اسطرح مضطرب و بے قرار ہو کہ نہ صرف ان کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا کریں بلکہ ہر قسم کی مالی امداد کے لئے کوشش کریں۔ اس درد اور بے قراری کا احساس صرف اسے ہو سکتا ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے زندہ تعلق رکھتا ہو، اسی کے **دبستان** سے فیضیاب ہو اور اسی کی سیرت کو اپنائے ہوئے ہو تب ہی تو وہ حضرت عمرؓ کی طرح یہ درد محسوس کرے گا کہ دریائے نیل کے کنارے اگر کتا بھی مر جائے تو اے عمر اس کا تجھ سے حساب لیا جائیگا۔ اسی لئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے پوری دنیا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ظلم و زیادتی کا رد کنا بڑا ضروری ہے اور اس کا ہر سطح پر سدباب ہونا چاہیئے محبت اور پیار زندہ کرنے کی ضرورت

ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کو قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے بنیادی ضرورت یہ ہے کہ فرد سے لیکر حکومتوں تک ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت رکھی جائے اور اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کی جائے اور قومی دیانت ہی قوموں کے عروج کا باعث ہوتی ہے۔

صیہونیت جو عصر حاضر میں دجالیت کا سب سے نمایاں کردار ہے کو دین حق سے بیر ہے، اور ہر جگہ پر جہاں بھی امت محمدیہ کے پنپنے کے آثار ہوں، جہاں اس کے وجود کا تصور پیدا ہو، جہاں اس کی ترقی کا سوال پیدا ہو، وہ نہ صرف آڑے آتی ہے بلکہ اپنے ظلم کے پنجوں سے اس کی کھال ادھیڑنے میں بھی باک محسوس نہیں کرتی۔ فلسطین، کشمیر، عراق اور بوسنیا کی خونچکاں وادیوں کا کونہ کونہ گواہ ہے کہ کس طرح امت کے حقوق کو کچلا گیا اور کس طرح حریت پسندوں اور آزادی کے پروانوں کو خون سے نہلایا گیا کہ وہ وادیاں سرخ ہو گئیں۔ لیکن نہ تو بنیادی حقوق کی علمبردار یو۔ این۔ او کو اس بات کا خیال آیا اور نہ ہی کسی **بڑی** طاقت کے نصیب میں ہوا کہ اپنے اثر ورسوخ سے ان خون کی ندیوں کے آگے بند باندھ سکیں اگر کہیں حرکت ہوتی ہے تو وہاں جہاں اپنے مفاد وابستہ ہوں اس کے مقابل پر امت محمدیہ اکٹھا ہونے کی بجائے آپس میں ہی سر پھٹول رہی ہے۔ امت، پیار اور محبت کی فضاء قائم کر کے داخل کرنے کی بجائے بغض وعناد کا ماحول پیدا کر کے کفر سے نسبت ٹھہرا کر خارج کرنے پر تلی ہوئی ہے اور حالات دن بدن ابتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس بے یقینی کے عالم میں صرف ایک حق وصداقت کی آواز ہے جو حق کے قیام کے لئے چار دانگ عالم میں گونج رہی ہے اور وہ آواز حضرت محمد ﷺ کے ساتھ محبت کا دم بھرنے والوں کے حقوق کی آواز ہے۔ مظلوموں، بیکسوں کی آواز ہے۔ عدل وانصاف کی آواز ہے۔ خدا کرے کہ اس آواز کی تمام قلوب میں رسائی ہو۔

خدا تعالیٰ کی تقدیر نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس آواز کو عالمگیریت عطا ہو۔ اسکو آسمانی رفعتوں سے ہمکنار کیا جائے۔ اسکو تمام دنیا کی راہنمائی کیلئے مامور کیا جائے اسکے مبارک الفاظ کو بین الاقوامی لائحہ عمل کا پیرہن عطا ہو اور تمام بنی نوع انسان سمجھے کہ یہ ہمارے دل کی آواز ہے! آسمان کی آواز ہے!

آسماں کے ہے زباں یار طرحدار کے پاس

اس لئے اے پیارے امام کی پیاری جماعت! اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے سینوں میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا دل پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس دل کے ساتھ بنی نوع انسان کی خدمت کرنے کا عہد کریں کہ آج اسی دل کے صدقے صرف بوسنیا کے زخموں پر مرہم ہی نہیں بلکہ تمام مسائل کا حل سوچا جا سکتا ہے اور تمام دلوں کو فتح کیا جا سکتا ہے۔ آئیں! بڑھیں تا پیارے آقا کی ہر تحریک کو خدا تعالیٰ کے فضلوں کے جلو میں براق کی رفتار نصیب ہو۔

کلام الامام

نیکی کرتے وقت بشاشت کا اظہار کرنا چاہیئے

"فرمایا

قل اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول

کہ اے لوگو! اچھی طرح سن لو کہ اللہ کی اطاعت کرو اور اس رسول کی اطاعت کرو۔ اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول کی اطاعت کے ذریعہ سے کرو۔ رسول چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ تعلیم لاتا ہے اس لئے جو اس پر ایمان لاتا ہے درحقیقت وہی خدا تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ پس ضروری ہوا کہ احکام الٰہی کی وہ تفصیلات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں انکے مطابق اطاعت کی جائے اور اگر ان کے مطابق اطاعت نہ کی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کہلا سکتی۔ پس جو الہامی شریعت کو مانتا ہے صرف وہی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مدعی ہو سکتا ہے۔ اور اس کے ساتھ مل کر عبادت بھی کی جا سکتی ہے..........

پس یہ لازمی امر ہے کہ انسان اسی کی اطاعت کرے اور اسی کے ساتھ مل کر عبادت کرے جس کے دل میں خدا کا خوف ہو اور ذکر الٰہی کرنے کا وہ عادی ہو اور خدا تعالیٰ کی توحید پھیلانے کا وہ شغل رکھتا ہو۔ اگر اس میں ایسی کوئی بات نہیں پائی جاتی تو اس کی صحبت اور اس کا لیڈر ہونا لوگوں کو خدا تعالیٰ سے دور کرتا چلا جائیگا اور عبادت بجائے قائم ہونے کے ختم ہو جائیگی چونکہ کفار توحید کو نہیں مانتے نہ ان کے دل میں محبت الٰہی کا جذبہ ہے اس لئے مومنوں کا ان سے اتحاد فی العبادۃ نہیں ہو سکتا..........

پھر یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ لفظ الطاعۃ کے معنی محض فرمانبرداری نہیں بلکہ ایسی فرمانبرداری کے ہیں جو بشاشت قلب کے ساتھ کی جائے اور اس میں نفس کی مرضی اور پسندیدگی بھی پائی جاتی ہو.......... اور جو تکلف سے اطاعت کی جائے یعنی عمل کرتے ہوئے اگر شرح صدر نہیں تو نفس کو عمل پر آمادہ کیا جائے اور بشاشت کا اظہار تکلف سے کیا جائے اس کے لئے عربی زبان میں عام طور پر تطوع کا لفظ استعمال ہوتا ہے قرآن کریم میں بھی آتا ہے۔ فمن تطوع خیراً فھو خیر لہ (بقرہ ع۲۳) کہ جو پورے شوق اور رضاء سے اور شرح صدر سے نیکی نہیں کر سکتا اسے کم از کم تکلف سے ہی نیکی کرنی چاہیئے۔ اور نیکی کرتے وقت بشاشت کا اظہار کرنا چاہیئے تاکہ یہ ظاہر نہ ہو کہ وہ اس کو بوجھ سمجھ رہا ہے اور اگر ایسا کرے گا تو بہر حال اس کے لئے بہتری کے وہ راستے جو شرح صدر سے اعمال کرنے والے کے لئے کھلتے ہیں کھل جائیں گے"۔

(تفسیر کبیر حضرت مصلح موعود جلد دہم صفحہ ۴۱۹-۴۲۲)

امام الکلام

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے

"اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذّت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرماں برداری کے اصول کو اختیار نہ کرے اور اگر اختلاف رائے اور پھوٹ رہے تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں مسلمانوں کے ضعف اور تنزل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں پس اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اس میں یہی تو سر ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ بڑے بڑے اہل الرائے تھے خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کرام خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارگراں کو سنبھالا ہے۔ اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام راؤں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا ان کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے اور آپ کے لب مبارک کو متبرک سمجھتے تھے اگر ان میں یہ اطاعت یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی ہی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی تو وہ اس قدر مراتب عالیہ کو نہ پاتے (تفسیر حضرت مسیح موعود صفحہ ٢٤٦-٢٤٧)

عربی منظوم کلام

هَدَاكَ اللّٰهُ قَدْ جَادَلْتَ بُغْضًا   وَمَا فَكَّرْتَ فِي قَوْلِي وَقَالِي

خدا تجھے ہدایت دے تُو نے بُغض سے جھگڑا کیا۔ اور میری عمدہ باتوں پر غور نہ کیا۔

وَكَمْ أَكْفَرْتَنِي كِذْبًا وَّزُوْرًا   وَكَمْ كَذَّبْتَ مِنْ زَيْغِ الْخَيَالِ

اور تُو نے جھوٹ اور کجروی سے میری بڑی تکفیر کی ہے اور اپنی خام خیالی سے بہت تکذیب کی۔

وَإِنِّي قَدْ أَرٰى قَدْ ضَاعَ دِيْنُكَ   فَقُمْ وَارْأَبْهُ قَبْلَ الرِّحَالِ

اور میں دیکھتا ہوں کہ تیرا دین ضائع ہو گیا۔ پس اُٹھ اور اس کو اپنے کُوچ سے پہلے سنبھال

حَيَاتُكَ بِالتَّغَافُلِ نَوْعُ نَوْمٍ   وَأَيَّامُ الْمَعَاصِي كَاللَّيَالِي

تیری غافلانہ زندگی ایک قسم کی نیند ہے۔ اور معاصی کے دن راتوں کی طرح ہیں۔

وَلَسْتُ بِطَالِبِ الدُّنْيَا كَزَعْمِكَ   وَقَدْ طَلَّقْتُهَا بِالْاِعْتِزَالِ

اور مَیں طالب دنیا ہرگز نہیں جیسا کہ تیرا خیال ہے مَیں نے تو اس سے علیحدگی اختیار کر کے اسے طلاق دے دی ہے

تَرَكْنَا هٰذِهِ الدُّنْيَا لِوَجْهٍ   وَآثَرْنَا الْجَمَالَ عَلَى الْجَمَالِ

پہلے اس دنیا کو ایک مقدس ذات کی خاطر چھوڑ دیا۔ اور اُس جمال کو اِس جمال پر مقدّم کر دیا

وَإِنَّكَ تَزْدَرِي نُطْقِي وَقَوْلِي   وَلَوْ صَادَفْتَهُ مِثْلَ اللَّآلِي

تُو میرے کلام اور میری بات کی تحقیر کرتا ہے اگرچہ تُو اسے موتیوں کی مانند پاوے

(درِّثمین عربی مترجم ص۱۱)

فارسی منظوم کلام

چوں بروزِ ابتداء تقسیم کرد　　درمیانِ خلق از خیر و شرے
جب ازل میں اُس نے تقسیم کیا خلقت کے درمیان نیکی اور بُرائی کو

راستی در حصۂ اوشاں فتاد　　دیگراں را کذب شود آبشخورے
تو راستی ان لوگوں کے حصّہ میں آئی اور دوسروں کی قسمت میں جھوٹ آیا

قولِ شاں آنیست کاندر غیرِ شاں　　آمدہ صد کاذب و حیلت گرے
اُن کا قول یہ ہے کہ اُن کے سوا اوروں میں سینکڑوں جھوٹے اور مکّار آئے ہیں

لیک نامد نزد شاں یک نیز ہم　　آنکہ بودے از خدا دیں گسترے
اور اُن کے پاس ایک بھی ایسا نہیں آیا جو خدا کی طرف سے دین کی اشاعت کرنے والا ہوتا

آنکہ ایشاں را نمودے راہِ حق　　درکشودے کذبِ ہر کذب آورے
اور اُن کو خدا کا راستہ دکھاتا اور ہر جھوٹے کا جھوٹ کھول کر رکھ دیتا

تا شُدے دادار را حجّت تمام　　بر سرِ ہر مسلم و متنصّرے
تا کہ منصف خدا کی حجّت پوری ہو جاتی ہر مسلمان اور ہر عیسائی پر

الغرض نزدیکِ شاں دادارِ پاک　　ہست ظالم تر ز ہر ظالم ترے
الغرض ان کے نزدیک خدا تعالےٰ ہر ظالم سے بھی زیادہ ظالم ہے

(درثمین فارسی مترجم صہ ۱۹-۲۰)

حضرت مصلح موعود اور دعوت الی اللہ

محترم محمود مجیب اصغر صاحب

حضرت مصلح موعود (جو کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے موعود فرزند ارجمند اور اولوالعزم جانشین تھے) کو دعوت الی اللہ کی مقدور بھر توفیق ملی آپ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ جب حضرت اقدس بانی سلسلہ کا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے روز وصال ہوا تو اس وقت ان کی عمر انیس سال سے چند ماہ زیادہ تھی ان کے دل میں دعوت الی اللہ کا جو جذبہ کار فرما تھا اس کا اظہار انہوں نے ان الفاظ میں کیا۔ فرمایا۔

"اے خدا میں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا"۔ (سوانح فضل عمر جلد اوّل)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے عہد مبارک میں بھی اس مقصد کے حصول کے لئے وہ ہمیشہ صف اوّل میں رہے اور امام وقت کی اطاعت کا حق ادا کرتے رہے ایک مرتبہ حضرت خلیفہ اوّل نے اس امر کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔

"میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرماں برداری میرا پیارا محمود کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا" (بدر قادیان ۲۸ جون ۱۹۱۲ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے اگلے روز ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ مسند امامت پر فائز ہوئے اور نصف صدی سے زائد عرصہ امامت میں دعوت الی اللہ کو سارے اکناف عالم میں پہنچاتے رہے اور جو عہد انہوں نے اپنے مطاع اور بزرگ والد کی وفات کے موقع پر کیا تھا اسے پورا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اپنے منظوم کلام میں اس کا اظہار نہایت پیارے الفاظ میں کیا ہے فرمایا۔

گواہ ہے عالم انکار کوئی سکتا نہیں کر
بالیقیں دکھایا کر آخر نے اس تھا جو کہا

(درعدن)

چنانچہ مندرجہ ذیل ممالک کے مشن ہاؤس اور بیوت الذکر اس امر کے گواہ ہیں جو حضرت مصلح موعود کے دور میں قائم ہوئے۔

انگلستان، سپین، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، جرمنی، سکنڈے نیوین ممالک (سویڈن، ڈنمارک، ناروے)، شمالی امریکہ، گھانا، نائیجیریا، گی آنا، سیرالیون، لائبیریا، گیمبیا، آئیوری کوسٹ، ٹوگولینڈ، کینیا، یوگنڈا، ٹانگا نیکا، ماریشس، جنوبی افریقہ، فلسطین، لبنان، شام، سنگاپور، کوالالمپور، برما، سیلون، انڈونیشیا، بورنیو، جزائر فجی، عدن وغیرہ۔

دعوت الی اللہ کے لئے حضرت مصلح موعود نے وہی ہتھیار استعمال فرمائے جن کی ہدایت حضرت بانی سلسلہ نے فرمائی تھی جیسا کہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا۔

"بلاشبہ ہماری بھلائی اور ترقی علمی اور ہمارے دائمی فتوحات کے لئے قرآن ہمیں دیا گیا ہے جو بعد تزکیہ نفس اشراق اور روشن ضمیری کے ذریعہ سے کھلتے ہیں خدا تعالیٰ نے جس قوم کے ساتھ کبھی ہمیں ٹکرا دیا اس قوم پر قرآن کے ذریعہ سے ہی ہم نے فتح پائی" (الحق بحث لدھیانہ)

چنانچہ حضرت مصلح موعود نے سورۃ الفرقان کی آیت

جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (آیت ۵۲)

کی تفسیر میں فرمایا۔

"بانی سلسلہ احمدیہ نے جہاد کے متعلق وہی تعلیم دی ہے جو قرآن کریم نے دی ہے اور آپ کے زمانہ میں جس جہاد کو ملتوی کیا گیا ہے وہ جہاد بالسیف ہے کیونکہ موجودہ زمانہ میں وہ حالات نہیں ہیں جن میں جہاد بالسیف ضروری ہوتا ہے لیکن جہاد بالسیف سے زیادہ تاکیدی حکم جہاد بالقرآن کا ہے جس میں آپ ساری عمر مشغول رہے اور جس کی طرف اس آیت میں توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان ۵۲)

یعنی قرآن کریم کے ساتھ تم غیر مسلموں کا مقابلہ کرو اور یہی بڑا جہاد ہے۔۔۔۔۔۔۔

غرض جہاد کا لفظ جس کو عیسائیوں نے ہوا سمجھ رکھا ہے اصل میں دعوت الی اللہ کا ہی ایک نام ہے اور اصل جہاد تلوار کا جہاد نہیں بلکہ اصل جہاد وہ ہے جو قرآن کریم کے ذریعہ کیا جائے یعنی جس جہاد میں دلائل استعمال کئے جائیں اور آسمانی نشانات و معجزات کے ذریعہ دلوں کو فتح کیا جائے مگر افسوس کہ مسلمان صرف تلوار چلانے کا نام جہاد سمجھتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب انہیں غلبہ حاصل ہو گیا تو وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور کفر دنیا میں موجود رہا اگر مسلمان جہاد کی وہ تعریف جانتے جو حضرت مسیح موعود ...... نے کی ہے کہ جہاد ہر اس فعل کا

نام ہے جو نیکی اور تقویٰ کے قیام کے لئے کیا جائے اور جہاد جس طرح تلوار سے ہوتا ہے اسی طرح اصلاح نفس سے بھی ہوتا ہے اور اسی طرح (دعوت الی اللہ) سے بھی ہوتا ہے اور اسی طرح مال و دولت کی قربانی سے بھی ہوتا ہے اور ہر قسم کے جہاد کا الگ الگ موقعہ ہے تو آج کا روز بد انہیں نہ دیکھنا پڑتا اگر مسلمان اس تعریف کو سمجھتے بلکہ انہیں خیال رہتا کہ صرف ایک قسم کا جہاد ختم ہوا ہے دوسری اقسام کے جہاد ابھی باقی ہیں اور (دعوت الی اللہ) کا جہاد شروع کر دیتے اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ نہ صرف (دین حق) مشرقی ممالک میں پھیل جاتا بلکہ یورپ بھی آج مسلمان ہوتا اور اس ترقی کے ساتھ ساتھ (دین حق) کو زوال نہ آتا۔ غرض حضرت مسیح موعود...... نے جہاد کے موقع بتائے ہیں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تلوار کا جہاد دائمی طور پر ممنوع ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں شریعت کے مطابق کس جہاد کا موقع ہے اور خود بڑے زور سے اس جہاد کو شروع کر دیا اور تمام دنیا میں تبلیغ جاری کر دی"۔ (تفسیر کبیر جلد ششم)

حضرت مصلح موعود...... کی طبیعت پر اس بات کا خاص اثر تھا اور ان کی یہ شدید خواہش تھی کہ دین حق کی اشاعت و عظمت دوبارہ قائم ہو اور جماعت احمدیہ اپنے اس عظیم فرض کو پورا کرنے والی ہو اور دعوت الی اللہ کا جذبہ جوان کے دل میں موجزن تھا ہر احمدی کے اندر منتقل ہو جائے ایک موقع پر فرمایا۔

"۱۹۳۸ء میں میں نے ایک سفر کیا تھا اس سفر میں مختلف جگہوں پر جب میں نے مختلف چیزیں پرانے آثار یا سیچر کی دیکھیں تو ان کا میری طبیعت پر ایک گہرا اثر پڑا انسانی مصنوعات اور انسانی شان و شوکت کو دیکھ کر اور (دین حق) کے نشانوں کو مٹا ہوا دیکھ کر اور اس کی جگہ کفر اور ضلالت کو غالب دیکھ کر میری طبیعت سخت غم زدہ ہوئی اور مجھے بہت رنج پہنچا......

جو چیزیں میں نے وہاں دیکھی تھیں اور جنہوں نے میرے قلب پر خاص اثر کیا تھا ان میں وہ ... بنی ہوئی تھیں جن میں بڑی بڑی نوبتیں رکھی جاتی ہیں اور وہ خاص خاص مواقع پر بجائی جاتی تھیں.........۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے توجہ دلائی کہ ان چیزوں کو تم کیا دیکھ رہے ہو ہم تم کو اس سے بھی ایک بڑا نوبت خانہ دکھاتے ہیں جو قرآن کریم میں موجود ہے.......

اس نوبت خانہ سے جو یہ نوبت بجی یہ کیا شاندار نوبت ہے پھر کیسی معقول نوبت ہے وہاں ایک طرف بینڈ بج رہے ہیں.......۔

اور یہ کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر ...... حی علی الفلاح کیا معقول باتیں ہیں کیسی سمجھدار آدمیوں کی باتیں ہیں بچہ بھی سنے تو وجد کرنے لگ جائے اور ان کے متعلق کوئی بڑا آدمی سوچے تو شرمانے لگے...... مگر افسوس کہ اس نوبت خانہ کو آخر مسلمانوں نے خاموش کر دیا یہ نوبت خانہ حکومت کی آواز کی جگہ چند مرثیہ خانوں کی آواز بن کر رہ گیا اور اس نوبت کے بجنے پر جو سپاہی جمع ہوا کرتے تھے وہ کروڑوں سے دسیوں پر آ گئے اور ان میں سے بھی ننانوے فیصدی صرف رسماً اٹھک بیٹھک کر کے چلے جاتے ہیں تب اس نوبت خانہ کا رعب جاتا رہا (دین حق) کا سایہ

سمجھنے لگ گیا خدا کی حکومت پھر آسمان پر چلی گئی اور دنیا پھر شیطان کے قبضہ میں آگئی فرمایا۔

اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو ہاں تم کو خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔

اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں تاکہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے اسی غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اسی غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ محمد رسول اللہ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے تم نے مسیح سے چھین کر وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے میری آواز نہیں ہے میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو خدا تمہارے ساتھ ہو خدا تمہارے ساتھ ہو خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ"۔ (سیر روحانی جلد سوئم)

ایک موقع پر حضرت مصلح موعود...... نے ذیلی تنظیموں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"جماعت کی دماغی نمائندگی انصار اللہ کرتے ہیں اور اس کے دل اور ہاتھوں کی نمائندگی خدام الاحمدیہ کرتے ہیں جب کسی قوم کے دماغ دل اور ہاتھ مضبوط ہوں تو وہ قوم بھی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ پس ایک طرف تو میں انصار اللہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے نمونہ سے اپنے بچوں اور ہمسایہ کے بچوں اور اپنے دوستوں کے بچوں کو زندہ کریں اور دوسری طرف خدام الاحمدیہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اتنا اعلیٰ درجہ کا نمونہ قائم کریں کہ نسلاً بعد نسل (دین حق) کی روح زندہ رہے......۔

"تم بھی ایک عظیم الشان کام کے لئے کھڑے ہوئے ہو پس اس روح کو قائم رکھنا اور اسے زندہ رکھنا اور ایسے نوجوان پیدا کرنا جو پہلوں سے زیادہ جوشیلے ہوں پیدا کرنا تمہارا کام ہے"۔ (مشعل راہ)

پس اپنے اندر ایک آگ پیدا کرو اپنے اندر ایک سوزش اور جلن پیدا کرو جس کے نتیجہ میں تم میں سے ہر ایک مالی قربانی اور (دعوت الی اللہ) کے لئے تیار ہو جائے...... ۔

ایسے نئے آدمی پیدا کرو جو تمہارے ساتھ مل کر احمدیت کی اشاعت میں حصہ لیں پھر کوشش کرو کہ وہ بھی ان پر عمل کریں اور نئے افراد پیدا کریں اور ان سے عمل کروائیں وہ احمدیت میں داخل ہو کر اس کے احکام کے پابند

باقی صا۳۱ پر

حضرت مسیحؑ کا صلیبی حادثہ اور جدید اردو ادب

محترم بشیر احمد صاحب زاہد ــــــ راولپنڈی

حضرت مسیح علیہ السلام کا صلیبی حادثہ آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل وقوع میں آیا تھا اور بڑی دکھ کی بات یہ ہے کہ اس حادثہ کے اولین چشم دید گواہ یہود و نصاری ہیں جو نہ اس وقت اس حادثہ کی تمام تر تفصیلات پر متفق تھے اور نہ ہی آج وہ اس کی تمام تر جزئیات کے بارے میں ہم آہنگ ہیں۔ پھر مزید دکھ یہ ہے کہ اس حادثہ کے پانچ سو سال بعد خود خداوند نے قرآن مجید میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ "یہ قرآن ان تمام اہم امور کی اصل حقیقت بیان کرتا ہے جن میں بنی اسرائیل (یہود و نصاری) ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں"۔(نمل : ۷۷) اور پھر فرمایا تھا کہ "تیرا رب ان کے درمیان اپنے حکم (قرآن مجید) کے ساتھ سچا فیصلہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ غالب اور بڑے علم والا ہے"۔ (نمل : ۷۸) مگر اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ جب اس نے یہود و نصاری کے اس قدیم باہمی جھگڑے کا یہ فیصلہ کیا کہ

"وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم"

تو خود قرآن مجید کو ماننے والے علماء اور مفکرین نے اس خدائی فیصلہ کی جو تشریح و توضیح کی اس سے ان کی اپنی عظیم اکثریت دو مختلف مکاتب فکر میں بٹ کر رہ گئی۔

اور آج بھی ایک مکتب فکر وہ ہے جن کے دل اس نشہ ایمان میں مخمور ہیں کہ یہود نامسعود حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانے میں تو کامیاب ہوگئے تھے مگر وہ ان کو صلیب پر جاں بحق کرنے پر قادر نہ ہو سکے تھے بلکہ ان کو شبہ بالموت کے عالم میں صلیب پر سے اتار لیا گیا تھا اور اس طرح ان کو صلیب دینے والوں پر اصل حقیقت مشتبہ ہو گئی تھی۔ مگر اس کے برعکس دوسرا مکتب فکر وہ ہے جو یہ یقین رکھتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا ہی نہ گیا تھا۔ بلکہ ان کی جگہ ایک اور شخص کو صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ جس پر آپ کی شبیہ مبارک ڈالی گئی تھی اور آپ کو خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے آسمان پر اٹھا لیا تھا اور ستم یہ ہے کہ یہ موخر الذکر عقیدہ آج بھی ان حالات میں درست جانا جاتا ہے جب کہ بیسویں صدی کے آغاز سے ہی قدرت خداوندی سے بعض ایسے حقائق اور

انکشافات منظر عالم پر ابھر چکے ہیں جن سے اس عظیم تاریخی حادثہ کی اصل حقیقت اپنے تمام حسن و صداقت کے ساتھ عالم آشکارا ہو چکی ہے چنانچہ کفن مسیح کی جدید سائینٹیفک تحقیق۔ وادیٔ قمران کے صحائف کی برآمدگی۔ قبر مسیح کی کشمیر میں موجودگی۔ افغانستان اور کشمیر میں بنی اسرائیل کے گم شدہ قبائل کی آبادکاری اور مکتوب قسطنطنیہ اور مرہم عیسیٰ کی گواہی۔ یہ سب وہ حقائق و انکشافات ہیں جن سے نہ صرف عیسائی مذہبی دنیا میں ہی ایک تہلکہ برپا ہو گیا ہے۔ بلکہ ہمارے جدید اردو ادب میں بھی ایک انقلابی رو چل پڑی ہے اور ہمارے اردو شاعروں اور نثر نگاروں نے اس عظیم حادثہ کو اب اس کے اصل روپ میں دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ بلکہ وہ تو اب اس حادثہ کو ایک تلمیح اور علامت کے طور پر اختیار کر چکے ہیں۔ اور وہ جو کہتے ہیں۔

"ایک طرح کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں" بالکل یہی کیفیت ان کے ہاں اس حادثہ کی نظر آتی ہے اور وہ اب اپنے اپنے ذوق نظر اور علم و فکر کے مطابق اس حادثہ سے گلستان ادب میں نئے سے نئے مضامین کے گل کھلا رہے ہیں۔

چنانچہ اردو زبان کے جن شاعروں اور نثر نگاروں نے اس حادثہ کو موضوع سخن بنایا ہے اور اس کو بطور تلمیح اور علامت کے اختیار کیا ہے علامہ اقبال ان سب میں سر فہرست ہیں اور آپ کے کلام بلاغت نظام کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نہ صرف اس حادثہ کے عملی وقوع کو ہی اس کی اصل شکل میں دیکھا ہے بلکہ آپ نے اس حادثہ کو بطور تلمیح اور علامت کے بھی اختیار کیا ہے اور اس سے بعض نئے مضامین اخذ کرنے کی داغ بیل بھی ڈالی ہے۔

آپ اپنی کتاب بانگ درا میں سرگذشت آدم کے زیر عنوان کہتے ہیں۔

کبھی صلیب پر اپنوں نے مجھ کو لٹکایا
کیا فلک کو سفر چھوڑ کر زمیں میں نے

غور فرمائیے کہ علامہ اقبال نے اپنے اس شعر میں کس طرح برملا اس حقیقت کا اظہار کیا ہے؟ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنوں نے ہی صلیب پر لٹکایا تھا نہ کہ غیروں نے۔ آپ بال جبریل میں مزید فرماتے ہیں۔

جہاں کی روح رواں لا الہ الا اللہ
مسیح و میخ و چلیپا یہ ماجرا کیا ہے؟

دیکھا آپ نے کہ علامہ اقبال کس وضاحت و صراحت سے مسیح و میخ و چلیپا کو ایک ہی جگہ بیان کر

رہے ہیں؟ اور بتا یہ رہے ہیں کہ ان تینوں کا آپس میں چولی دامن کی طرح کا ایک لاینفک تعلق ہے اور اس تعلق میں ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے دو سے الگ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ آپ تو "زبور بے خودی" میں یہ بھی تعلیم کرتے ہیں کہ صلیبی حادثہ کے دوران آپ کو جو زخم آئے تھے "خاک عراق" ہی بالآخران کی مرہم بنی تھی۔ آپ فرماتے ہیں۔

اے خوشا! تابانی روز عراق
اے خوشا! حسن نظر سوز عراق
می چکد آب خضراز تاک او
مرہم زخم مسیحا خاک او

پھر ارمغان حجاز میں اس حادثہ کو لینن کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں۔

وہ کلیم بے تجلی وہ مسیح بے صلیب
نیست پیغمبر و لیکن در بغل دارو کتاب

علامہ اقبال کے ان اشعار سے ثابت ہے کہ وہ یہ مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنوں نے صلیب پر لٹکایا تھا اور دنیا میں وہ وقت بھی آیا تھا کہ جب دیکھنے والوں نے ایک ہی میدان کرب و بلا میں مسیح و مسیح و چلیپا کو ایک ہی مقام پر اکٹھا دیکھا تھا اور پھر اس صورت حال سے ان کو جو زخم آئے تھے۔ ان کی مرہم بھی خاک عراق ہی بنی تھی اس سلسلے میں جناب خاور شاعر کی یہ روایت بڑی عظمت کی حامل ہے کہ علامہ اقبال کہتے تھے کہ جب کوئی اچھا شعر سنتا ہوں تو سمجھ لیتا ہوں کہ کوئی مسیحا مصلوب ہو گیا ہے۔

(امروز ۴ مئی ۱۹۸۴ء)

میں یہاں یہ عرض کردوں کہ علامہ اقبال نے حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی حادثہ کو ایک اور نقطہ نگاہ سے بھی دیکھا تھا اور یہ وہ نقطہ نگاہ ہے جس کو آج کل خصوصیت سے ہمارے شاعر نثر نگار دوست پیش کر رہے ہیں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

جہاں کی روح رواں لا الہ الا اللہ
مسیح و میخ و چلیپا یہ ماجرا کیا ہے؟

آپ فرماتے ہیں کہ

"اے خداوند ارض و سماء جب اس کرہ ارض کی تخلیق کا مقصد و مدعا اور روح رواں لا الہ الا اللہ ہی

ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب تیرے پیارے بندے حضرت مسیح علیہ السلام نے اس میں لاالہ الااللہ کی صدا بلند کی تو اس کو اس کی پاداش میں میخ و چلیپا سے واسطہ پڑا؟ اور اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ عشق الہٰی میں عشاق خداوندی کو مختلف مراحل پر مختلف مصائب و آلام برداشت کرنے پڑتے ہیں تب کہیں جا کر وہ اپنے مقصد زندگی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں

کلام اقبال کے بہت بڑے شارح جناب عبدالرحمان طارق یہ عقیدہ رکھنے کے باوجود کہ حضرت عیسیٰ نہ تو قتل کئے گئے ہیں اور نہ انہوں نے پھانسی پائی ہے بلکہ پھانسی پانے والا شخص اور تھا جو ان کا ہم صورت تھا۔ (اشارات اقبال صفحہ ۴۹) اس شعر کی تشریح میں یہ لکھتے ہیں کہ

"جب اس جہاں کا مقصد تخلیق اور اس کی روح رواں فقط توحید باری تعالیٰ اور عبادت حق ہے تو پھر مسیح ابن مریم کو تبلیغ حق اور تلقین ایمان و تقویٰ کے جرم میں میخ و چلیپا (صلیب) سے کیوں دوچار ہونا پڑا؟

بہر کیف اصل مفہوم و مقصد یہ ہے کہ تبلیغ کے جرم میں انبیاء شہداء صالحین اور اولیاء اللہ کو طرح طرح کے مصائب سہنا پڑے ہیں اور انہوں نے عشق الہٰی میں اف تک نہیں کی"۔
(اشارات اقبال نمبر ۲۱۴)

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی حادثہ کا یہ وہ تابناک پہلو ہے جس کی وجہ سے ترقی پسند ادیب اور شاعر بھی اس حادثہ کو بڑی قدر و منزلت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ ان میں وہ بھی ہیں جو مذہب اور خدا سے سخت بیزار اور متنفر ہیں مگر اس سب کے باوجود ان کے ہاں اس حادثہ کی بڑی عظمت و اہمیت ہے اور ان کی اس حادثہ سے صرف اتنی مراد ہے کہ ہر عظیم اور محبوب مقصد کے حصول کے لئے انسان کو بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اسے میخ و چلیپا یعنی جانکاہ خطرات اور روح گداز صدمات سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔

پانچ چھ سال قبل کی بات ہے کہ مشہور ترقی پسند شاعر جناب احمد فراز لندن گئے تو ان سے وہاں ایک انٹرویو میں یہ سوال کیا گیا کہ "پاکستانی ادب خصوصاً شاعری میں چند واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ جتنی ظلم کی داستانیں ہمارے سامنے آئیں کیا وہ ہمارے احاطہ تحریر میں نہیں آسکتیں؟ تو آپ نے ارتجالاً فرمایا۔

"دراصل حسینؓ اور مسیح کے کردار اپنی ذات سے پھیل کر اب بہت بڑی علامتوں کا روپ دھار چکے ہیں۔ اسی طرح منصور کی علامت اور کئی دیگر علامتیں بھی ہیں۔ یہ اب انسانی تہذیب کا حصہ بن گئی

ہیں۔ اب ہمارے ادب میں نئے کردار بھی آ رہے ہیں یہ الگ بات ہے کہ ابھی ان کا وہ مقام نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے ایک وقت ہوتا ہے"۔

پھر فرماتے ہیں۔

"جن علاقوں میں حسینؓ اور مسیح کی زیادہ اہمیت ہے وہاں چی گویرا کی اتنی اہمیت نہیں اس لئے کہ ہمارے مذاہب اور تہذیب کی کچھ اپنی روایات قصص اور سچے واقعات ہیں۔ دیکھئے! عشق کون نہیں کرتا؟ لیکن ذکر لیلیٰ و مجنون اور شیریں و فرہاد کا آئے گا اس لئے کہ یہ علامتوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں"۔

(جنگ جمعہ میگزین ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۶ء)

جناب احمد فراز کا یہ انٹرویو بتاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت منصور علیہ الرحمتہ تینوں بزرگ اب ہمارے اردو ادب میں علامتوں کا روپ دھار چکے ہیں چنانچہ ہمارے زمانے میں بہت سارے ایسے شاعر اور ادیب بھی ملتے ہیں جنھوں نے ان کو اپنے اشعار اور دیگر ادبی کاوشوں میں علامت اور تلمیح کے طور پر ہی اختیار کیا ہے اور ان سے متعدد رنگا رنگ کے مضامین پیدا کئے ہیں اور اردو ادب کی بساط کی بوقلموں رنگینیوں سے سجایا ہے۔

آئیے اس سلسلے میں پہلے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے پھر چند ادبی نثر پارے بھی عرض کروں گا۔

۳۰ ستمبر ۱۹۶۱ء کو آئی سی اے کلب لاہور کی طرف سے ایک مجلس مشاعرہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جو زیر صدارت جناب شیخ حسام الدین لارنس روڈ لاہور منعقد ہوئی اس میں ظہیر کاشمیری نے ایک غزل پیش کی تھی جس کا مطلع تھا۔

کیا خوب ارتقائے چمن کا اصول تھا
ہر شاخ گل صلیب تھی ہر گل رسول تھا

لطیفہ یہ تھا کہ ظہیر صاحب نے صاحب صدر سے یہ کہہ دیا تھا کہ میری غزل کا مطلع آپ کے لئے ہے۔ باقی سب کے لئے۔　　　　(ہفت روز چٹان ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۱ء)

غور فرمائیے کہ شاعر نے ہر شاخ گل کو صلیب اور ہر گل کو رسول کہہ کر دنیائے مذاہب کے کس عظیم حادثہ کی طرف اشارہ کیا ہے؟ یقیناً وہ حادثہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ہی صلیبی حادثہ ہے۔

حسن بخت ہمارے دور کے ایک بلند پایہ شاعر ہیں ان کی ایک کتاب ہے "ہر شاخ گل صلیب" یہ کتاب ۱۹۶۴ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی تھی۔ اس کا مقدمہ پروفیسر وقار عظیم صدر شعبہ

تالیف و ترجمہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی قلم کی نگارش کا مرہون منت ہے کتاب ہذا میں حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی حادثہ کو بار بار مختلف انداز سے بطور تلمیح اور علامت کے پیش کیا گیا ہے اور اس سے متعدد رنگا رنگ کے مضامین پیدا کئے گئے ہیں۔ یہاں صرف ان کے تین اشعار پیش کئے جا رہے ہیں غور فرمائیں کہ شاعر نے کس طرح پیرایہ اظہار بدل بدل کر اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹکائے گئے تھے۔ جناب شاعر نکتہ سرا ہیں۔

آستانے لہو میں تر دیکھے
ابن مریم صلیب پر دیکھے

پھر کہتے ہیں۔

گاڑھ کر کتنی صلیبیں ہر قدم پر دہر نے
ابن مریم رکھ دیا ہے میرے افسانے کا نام

پھر ایک اور شعر میں کہتے ہیں۔

ابن مریم ہم ہیں لوگو اور حواری ساتھ ہیں
سولیاں گاڑو وفا تعزیر میں آنے لگی

۱۹۶۹ء میں حلقہ ارباب ادب۔ مزنگ لاہور کی ایک تقریب عمل میں آئی جس میں گلزار چوہان نے جب یہ شعر پڑھا۔

نہ عیسیٰ ہے نہ عیسیٰ کا حواری گلزار
کس لئے اس کو سردار بلایا جائے

تو حاضرین نے فوراً دو اعتراض جڑ دیئے۔ ایک یہ کہ جب حضرت عیسیٰ کا شعر میں ذکر ہے تو دوسرے مصرع میں صلیب کا لفظ ہونا چاہیئے۔ دوسرا اعتراض یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے سب حواری قابل دار نہ تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے مخبری کر کے انہیں مصلوب کروایا لہذا حواریوں والی تلمیح بالکل غلط ہے۔ (نوائے وقت ۲۹ ستمبر ۱۹۶۹ء)

گلزار چوہان کے اس شعر پر حلقہ ادب مزنگ لاہور کی یہ تنقید خود اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ اور ان کے شاعر دوست یہ مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو "سردار" بلایا گیا تھا۔

۱۹۶۹ء میں ہی نیشنل بک سنٹر لاہور میں کنول فیروز کے مجموعہ کلام "شہر صلیب و گل" کے تعارفی جلسہ میں جو مقالہ ظہیر کاشمیری نے پڑھا اس میں یہ شعر بھی تھا۔

کھینچا گیا صلیب جفا پر مسیح دل
یہ ظلم دیکھنا بھی میری زندگی میں تھا
(ویمن ڈائجسٹ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

یہ وہ پہلا شعر ہے جس نے میرے شوق مطالعہ کے رہوار کو موضوع زیر نظر کے میدان تحقیق میں مہمیز کی اور میں پورے تیئیس سال میں اپنے محدود وسائل اور محدود مطالعہ کی بناء پر جو کچھ حاصل کر سکا۔ آپ کی نظر کر رہا ہوں۔

۱۹۸۳ء میں وفا حجازی کا یہ شعر روز نامہ مشرق میں پڑھنے میں آیا آپ کہتے ہیں۔

سولی پہ جسے لائے ہیں یہ وقت کے کاہن
اس شخص کا لہجہ تو پیغمبر کی طرح ہے
(مشرق میگزین ۳ جون ۱۹۸۳ء)

۱۹۸۳ء میں ہی لاہور میں ایک مجلس مشاعرہ کا انعقاد عمل میں آیا تھا جس کے صدر جناب ڈاکٹر وحید قریشی صاحب تھے۔ جناب صدر نے اس مشاعرہ میں جو غزل پڑھی اس کا یہ شعر ہمارے موضوع کی نسبت سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

احساس کا عیسیٰ ہوا مصلوب تو کیا غم ہے
در ایک ہوا بند تو کھل جائے گا در اور
(نوائے وقت یکم نومبر ۱۹۸۳ء)

۱۹۸۵ء میں حلقہ ارباب غالب چکوال کا پندرہ روزہ اجلاس جناح ہال میں زیر عمل آیا جس میں نعیم شاہد نے ایک غزل پیش کی جس کا یہ شعر بہت پسند کیا گیا تھا۔

عیسیٰ ہو یا کہ سرمد و منصور ہوں نعیم
سب پہ گذر چکے ہیں سبھی موسم صلیب
(جنگ ۲ دسمبر ۱۹۸۵ء)

۸ جنوری ۱۹۸۹ء کے روز نامہ جنگ میں قتیل شفائی کی ایک غزل نظر سے گزری۔ اس کا یہ شعر ہمارے موضوع سے بالکل مطابقت رکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

مردوں کو جو زندہ کر لے اس پر پھرتے آتے ہیں
ہر دور میں عیسیٰ کو ہم مصلوب کرتے آئے ہیں

اس شعر میں یہ بات خاص توجہ کی مستحق ہے کہ شاعر کہتا ہے کہ ہر دور میں عیسیٰ کو ہم مصلوب کرتے آئے ہیں۔

پھر اسی سال (۱۹۸۹ء) میں احمد فراز کا یہ شعر پڑھنے میں آیا جس سے "لباس دار" کی عظمت و شان نمایاں ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

لباس دار نے منصب نیا دیا ہے اسے
وہ آدمی تھا مسیحا بنا دیا ہے اسے

(جنگ ۱۷ جولائی ۱۹۸۹ء)

۴ اگست ۱۹۸۹ء کو ٹیلی ویژن مشاعرہ میں جناب حمایت علی شاعر نے ایک نظم پڑھی تھی۔ جس میں علامہ اقبال کی سرگذشت آدم کی طرح عظمت انسانی کے بعض درخشاں پہلوؤں کو اجاگر کر کے پیش کیا گیا تھا۔ اس کا ایک شعر تھا۔

سقراط کی طرح کبھی زہر بہ ساغر
عیسیٰ کی طرح سردار بھی دیکھا

۱۹۹۰ء میں چکوال کی ایک محفل ادب میں امیر نوازش نے ایک نظم پیش کی تھی جس کا یہ شعر بہت پسند کیا گیا تھا۔

ذکر عیسیٰ میں صلیبوں کے حوالے ہیں بہت
جیت کر بازی بھی آخر معرکے میں سر گیا

(دھن کہوں چکوال ۷ اپریل ۱۹۹۰ء)

جنوری ۱۹۹۲ء میں پاکستان پیپلز پارٹی نے سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کی سالگرہ منائی تھی۔ اس موقع پر روز نامہ مساوات نے اپنا ایک خصوصی ایڈیشن شائع کیا تھا۔ اس کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔ جناب احمد بخاری کہتے ہیں۔

عیسیٰ نہیں مصلوب تو ہوں شہر فقیہاں
کانٹوں کا میرے سر پر بھی ایک تاج سجا دو

جناب ایوب طاہر کہتے ہیں۔

ہزار لٹکے بدن سولیوں کے ساتھ مگر
مسیح مر نہیں سکتا کبھی نہ آج نہ کل

روز نامہ مساوات مجریہ ۱۱ اپریل ۱۹۹۲ء میں طارق عزیز مسعودی کا یہ شعر نظر پڑا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے باہمی سلوک کے دو متضاد رخ پیش کئے گئے ہیں۔

جناب طارق عزیز فرماتے ہیں۔

تم کو عیسیٰ نے صداقت کا سویرا بخشا
تم نے عیسیٰ کو صلیبوں پہ اتارا لوگو

(مساوات ۱۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

اب اس سلسلے میں چند نثری ادب پاروں کو آپ کی نذر کرتا ہوں۔ سب سے پہلے جناب رفیق احمد باجوہ ایڈوکیٹ سپریم کورٹ کی سیاسی ڈائری کے دو اقتباس ملاحظہ ہوں۔ آپ رقم فرما ہیں۔

''اگر فرعون موسیٰ نہیں ہو سکتا تو عیسیٰ کو صلیب پر لٹکوانے والے حواریوں کے لئے بھی جنت کے دروازے نہیں کھولے جا سکتے''۔ (ہفت روزہ چٹان ۲۹ اپریل ۱۹۷۴ء)

پھر لکھتے ہیں

''ناسور نشتر نواز ہو اور زخم مرہم خواہ ہو۔ تو مسیح دار پر لٹک ہی جایا کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں میخیں گڑی جایا کرتی ہیں اور رسم زمانہ ہے کہ مصلوب مسیحا کے سرہانے کھڑے اس کے منافق حواری مسیح موعود کی بشارت دیا ہی کرتے ہیں''۔ (ہفت روزہ چٹان ۱۰ جون ۱۹۷۶ء)

پاکستان کے سابق وفاقی وزیر مذہبی و اقلیتی امور مولانا کوثر نیازی صاحب جو ایک بلند پایہ عالم شاعر ادیب اور صحافی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی حادثہ کی بابت کیا نقطہ نظر رکھتے ہیں اور اس کو کس نئے روپ میں اور جدید انداز میں پیش کرتے ہیں اس سلسلے میں جناب مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی بعنوان ''بانی پاکستان کے نئے رتبے کی دریافت'' تحریر فرماتے ہیں کہ ۲۱ دسمبر ۱۹۷۶ء کو پاکستان پارلیمنٹ میں سربراہ وزارت مذہبی امور پاکستان نے اپنی تقریر میں کہا۔

''جناب اسپیکر! یہ عجیب بات ہے کہ اس برس کا یوم قائد اعظم دس محرم کے دن آیا ہے۔ کیا اتفاق ہے قربانیوں کے سلسلے قربانیوں سے جا ملے ہیں؟ جناب امام حسین اور ان کے رفقاء جن کی قربانی ایک کائناتی سچائی ہے ان کی یادوں کے دن بھی ۲۵ دسمبر کو ہوں گے وہ مسیح جس نے اپنے وجود کو صلیب پر چڑھایا اس کا دن بھی ۲۵ دسمبر ہے اور میری قوم کا مسیحا جس کی قربانی ایک حقیقت ہے اور جو نو برس تک اپنی صلیب پر چڑھ کر اکیلا لٹکتا رہا۔ اس کا یوم پیدائش بھی ۲۵ دسمبر ہی ہے''۔

(الفرقان لکھنؤ بحوالہ لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۸۳ء)

اور اب اس سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد جو ایک مسلمہ ادیب شہیر اور مسلمانوں کے مذہبی و قومی راہنما ہیں۔ ان کا نقطہ نظر ملاحظہ ہو۔ آپ اس حادثہ کو ایک بالکل ہی جداگانہ انداز بیان سے رقم فرماتے ہیں جس کے پس پردہ محبت و غیرت کے وہ جذبات امڈتے نظر آتے ہیں۔ جو آپ کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی ہمدردی و غم گساری کے لئے طوفان بپا کر رہے تھے۔ آپ ''صلیب پرست قوم اسلام کو مصلوب کرنا چاہتی ہے'' کے زیر عنوان رقمطراز ہیں۔

''اللہ اللہ انقلاب و حوادث کی کیا نیرنگی ہے جس قوم کی ابتداد نیا میں سولی کے تختے سے ہوتی ہے جس کی ہستی دنیا میں اس طرح شروع ہوئی ہے کہ بت پرست رومیوں کے حکم اور یہودیوں کی خواہش سے اس کے خدا کو سولی کے تختے پر لٹکا دیا گیا اور اس کی ہتھیلیوں اور ٹخنوں کو تختے سے لٹکا کر بڑی میخیں ٹھونک دی گئی تھیں اگرچہ وہ بزدلی کی شدّت سے بہت چیختا رہا تھا کہ خدایا! موت کے پیالے کو میرے لبوں سے ہٹا لے پر اس کو سولی پر چڑھنا تھا اور بے رحم چڑھانے والوں نے چڑھا کر ہی چھوڑا''۔

مزید کہتے ہیں۔

''جس قوم کی عزّت کا پہلا دن یہ تھا کہ اس کا خدا تین دن تک سولی کی لعنت میں گرفتار رہا۔ کیونکہ (توراۃ میں) لکھا ہے۔ جو کاٹھ پر چڑھا وہ ملعون ہوا۔ آج وہی قوم سولی کے تختے کو پوجنے والی قوم۔ ایک مصلوب لاش کی پرستش کرنے والی قوم اس قوم کو میدان جنگ کی تلوار سے ہلاک کرنے کی جگہ سلذش گاہ صلح میں پھانسی دینا چاہتی ہے۔ جس کا سب سے بڑا جرم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بانی نے دنیا میں ظاہر ہو کر اپنے تئیں مسیح کی طرح سولی پر نہیں چڑھایا بلکہ تلوار کے زور سے اپنے دین کی اشاعت کی۔

تلک الایام نداولھا بین الناس"

(نگارشات آزاد صفحہ ۲۲۴)

آغا شورش کاشمیری کی ایک کتاب ہے ''ابوالکلام آزاد'' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے سید انوار الیب لکھتے ہیں۔

''اس کتاب کا ہر حرف ایک صلیب ہے اور اس کے لئے بجا طور پر کوئی سرمد و منصور اور مسیح مصلوب درکار ہے آغا شورش نے جدید سوانح نگاری کو ایک نیا رویہ دیا ہے''۔

(ہفت روزہ چٹان ۲۷ جون ۱۹۸۸ء)

جناب ہارون الرشید صاحب کا ایک مضمون ہے ''سامراجی ممالک کے ہتھکنڈے'' آپ اس میں

تمام پاکستانی انقلابیوں کو یسوع بننے کی دعوت دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''تمام انقلابیوں کا انجام یسوع کا انجام ہے۔ ہمیں سولی پر چڑھنا ہوگا''۔ (مساوات ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۰ء)

کوئٹہ ٹیلی ویژن نے یکم اکتوبر ۱۹۸۹ء کو ''دلدل'' سیریز کے سلسلے میں ایک ڈرامہ ''ایک دیوانہ شہر میں'' ریلیز کیا تھا اس میں ایک فقرہ بڑا غور طلب تھا۔ کہ سولی پہ مجرم چڑھتے ہیں یا پھر پیغمبر اور ظاہر ہے کہ پیغمبر سے مراد مسیح علیہ السلام ہی تھے۔

جناب یونس ادیب صاحب زیر عنوان ''یقین کر یہ کہنہ نظام بدلے گا'' افسانوی رنگ میں لکھتے ہیں۔

''شہر میں سرد رات کا سناٹا تھا اور اس نے مجھے ایک فلک بوس بلڈنگ کے برآمدے کے نکڑ پر روک کر کچھ کہنا چاہا تو میرے بدن میں سوئیاں چبھنے لگیں اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے جدا ہونے کے بعد جب دوسروں سے میری باتیں کرو گے تو وہ میرا مذاق اڑائیں گے۔ اور تم بھی یقین نہیں کرو گے جب میں یہ کہوں گا کہ میں تمام نبیوں کے زمانے سے موجود ہوں۔ میرے سامنے حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی تھی۔ (مساوات ۲ فروری ۱۹۹۲ء)

جناب نذیر ڈھوکی صاحب محترمہ بے نظیر بھٹو پر مولانا عبدالستار نیازی کے فتویٰ کفر کی نسبت سے لکھتے ہیں۔

''تاریخ انسانی میں بھی بے شمار ایسے شرمناک واقعات ہوتے رہتے ہیں جب غاصبوں نے جنونی اور بنیاد پرستوں کے ضمیر کو خرید کر حضرت مسیح کو تختہ دار پر لاکر اپنے خونی روح کی تسکین کی تو کبھی شمس الحق تبریز مخدوم بلاول کے خون سے اپنے خونی پنجے رنگے۔ نہیں معلوم کہ ستار نیازی سے ان وحشی قاتلوں کا کون سا جنم ہے''؟ (مساوات ۱۲ اگست ۱۹۹۲ء)

جناب خورشید الزمان صاحب ''پیوری ٹن ازم'' اور ''آرٹ'' کے زیر عنوان حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی حادثہ کو ایک اور نقطہ نگاہ سے پیش کرتے ہیں۔ آپ رقمطراز ہیں کہ

''حضرت عیسیٰ کے صلیب پر چڑھائے جانے کی تصویر دیکھ کر رحم آتا ہے۔ اصل واقعہ بڑا ہی ایمان پرور ہے۔ ان تصویروں نے عورتوں کی حسّیات کو یسوع مسیح کے جسمانی دکھ کا ماتم کرنے میں لگا دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آرٹ جسمانی زخموں کو مرکز توجہ بناتا اور ابتلاء کے تصور کو بھیانک کر کے پیش کرتا ہے حالانکہ یہ واقعہ مدتوں پرانا ہے اور اس ابتلاء کو بڑی ایمان افروز استقامت سے برداشت

کیا گیا تھا"۔

(عروج اسلام صفحہ ۲۵-۲۶ اگست ۱۹۶۰ء)

اور اب آخر میں اس کا ایک عبرت ناک پہلو بھی پیش ہے ۱۹۴۹ء میں گورنمنٹ کالج لاہور کی بزم ترجمہ کے ایک اجلاس میں جناب مظفر علی صاحب نے ایک افسانہ پیش کیا تھا۔ جس کا عنوان تھا "یہودیہ کا حاکم" یہ افسانہ ماہنامہ مخزن لاہور میں مدیر اعلیٰ کے ایک خصوصی نوٹ کے ساتھ منظر اشاعت پر جلوہ گر ہوا تھا۔ اس کا آخری پیرا گراف ملاحظہ فرمائیں اور سوچیں کہ حاکم یہودیہ پر آخر وہ کون سی افتاد پڑی تھی کہ وہ اپنی آخری عمر میں یہ بھول گیا کہ اس نے خدا کے مسیح کو صلیب پر لٹکایا تھا یا پھر اس نے عمداً جھوٹ بولا تھا؟

جناب مظفر علی صاحب لکھتے ہیں۔

"پوچھنے والے نے جب حاکم یہودیہ سے کہا کہ اس کا نام یسوع تھا۔ وہ ناصرہ سے آیا تھا اور اسے کسی جرم کی بناء پر صلیب پر لٹکا دیا گیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں اس کا جرم کیا تھا؟ تمہیں تو یاد ہوگا۔ تو پیلاطوس کی بھنویں تن گئیں اور اس کا ہاتھ پیشانی سے لگ گیا جیسے وہ بڑے گہرے سوچ میں پڑا ہو۔ کچھ دیر بڑ بڑایا یسوع! یسوع ناصری مجھے تو اس نام کا کوئی آدمی یاد نہیں آتا"۔ (مخزن صفحہ ۵۸ اگست ۱۹۵۸ء)

جدید اردو ادب کے مندرجہ بالا شعری و نثری جواہر پارے جو مختلف اخباروں رسالوں اور کتابوں سے پیش کئے گئے ہیں ان کے سرسری مطالعہ سے ہی یہ حقائق براگندہ نقاب ہوتے ہیں کہ

اوّل: حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی حادثہ کو ہمارے جدید اردو شاعر اور نثر نگار ایک علامت اور تلمیح کے طور پر قبول کر چکے ہیں اور وہ اس علامت اور تلمیح سے بساط ادب کو نئے سے نئے مضامین کے رنگا رنگ پھولوں سے زیبائش بخش رہے ہیں۔

دوم: حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی حادثہ کو بطور ایک علامت اور تلمیح اختیار کر کے وہ یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ صلیب پر حضرت مسیح علیہ السلام کو ہی لٹکایا گیا تھا نہ کہ اس شخص کو جس کی بابت بعض مذہب پسند کہتے ہیں کہ اس پر آپ کی شبیہ مبارک ڈالی گئی تھی۔

سوم: حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی حادثہ کو درست تسلیم کرنے سے یہ بالکل لازم نہیں آتا کہ آپ واقعی صلیب پر مر گئے تھے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کو شبہ بالموت کے عالم میں صلیب پر سے اتار لیا گیا تھا اور پھر یوں بھی کوئی جواں آدمی تین چار گھنٹوں میں صلیب پر جاں بحق نہیں ہو سکتا

اور نہ ہی ہماری زبان کے محاورہ میں مصلوب اس شخص کو کہتے ہیں جو صلیب پر مارا جائے بلکہ اس کے اتنے ہی معنے ہیں کہ کسی شخص کو صلیب پر لٹکایا گیا تھا جس کی تازہ ترین مثال مسیح اقلیتی نمائندہ جے سالک کی ہے جو پچھلے دنوں ۲۷ گھنٹوں تک صلیب پر بھوکے پیاسے سخت سردی میں لٹکے رہے مگر وہ صلیب پر جاں بحق نہ ہوئے اور اخبارات نے انہیں مصلوب ہی لکھا تھا چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

روز نامہ جنگ ۲۵ دسمبر ۱۹۹۱ء لکھتا ہے۔

۱۔ "قومی اسمبلی کے اقلیتی رکن جے سالک گذشتہ روز پنجاب اسمبلی کے سامنے لاتعداد مسیحی خواتین اور مردوں کی سسکیوں اور آنسوؤں کے درمیان مصلوب ہو گئے وہ ۲۸ دسمبر تک مسلسل دن رات صلیب پر رہیں گے"۔

۲۔ پھر ۲۵ دسمبر کی اخبار جنگ کی ایک با تصویر چار سرخی خبر کی دو سرخیاں اس طرح تھیں۔
"مسیحی ایم۔این۔اے جے سالک صلیب پر چڑھ گئے"۔
"مصلوب جے سالک کو ایک ٹرالی میں رکھ کر چیئرنگ کراس تک لایا گیا"۔

۳۔ "روز نامہ مساوات مجریہ ۲۷ دسمبر نے اس بارے میں لکھا اقلیتی راہنما جے سالک نے کرسمس کے ایام میں بلدیاتی انتخابات کے التواء کے لئے ۲۴ دسمبر کو اپنے آپ کو چیئرنگ کراس پر مصلوب کر رکھا تھا اور وہ ۲۵ دسمبر ساڑھے تین بجے تک ۲۷ گھنٹے بھوکے پیاسے مصلوب رہے"۔

۴۔ پھر مزید لکھتا ہے۔
"۲۵ دسمبر کی دوپہر مصلوب جے سالک نے اعلان کیا جس میں حکومت کو الٹی میٹم دیا کہ اگر ساڑھے تین بجے تک مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو انہیں گورنر ہاؤس کے سامنے قبر کھود کر دفن کر دیا جائے"۔

۵۔ روز نامہ جنگ مجریہ ۲۷ دسمبر نے اپنی چار سرخی خبر کی پہلی خبر یہ لگائی تھی۔ "مصلوب ایم این اے جے سالک کو پھینٹی لگانے کے بعد گرفتار کر لیا گیا"۔

۶۔ اسی اخبار میں مسیحی رہنما کرنل ریٹائرڈ ایل کے ٹریسلر کا یہ بیان تھا۔ "مسٹر جے سالک کا کرسمس کے مقدس تہوار کے موقعہ پر مصلوب ہونا مسیحی عقیدہ کی تذلیل ہے"۔

ان تمام اخباری اقتباسات سے نمایاں ہے کہ ہماری زبان میں مصلوب اس شخص کو کہتے ہیں جس کو صلیب پر لٹکایا جائے۔ نہ کہ اس کو جس کو صلیب پر چڑھا کر جان سے مارا جائے۔ اور انہی معنوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کیلئے استعمال کیا گیا۔

جوانوں کے تم ہو جواں اللہ اللہ!

خدا نے ہے بخشی زباں اللہ اللہ
قلم ہو گیا ہے رواں اللہ اللہ!

ہے انصاراللہ کا کچھ ذکر واجب
ہیں آقا بھی رطب اللساں اللہ اللہ!

ہیں انصاراللہ اللہ والے
گواہ ہیں زمیں آسماں اللہ اللہ!

نگاہوں میں دنیا کی ہیں سن رسیدہ
ہیں روحیں مگر سب جواں اللہ اللہ!

محمدؐ کے عاشق۔ غلامانِ آقا
غلامی میں ہیں پہلواں اللہ اللہ!

ہیں قرآن پر جان و دل سے یہ عامل
کروں خوبیاں کیا بیاں اللہ اللہ!

وہ آقا کے ادنیٰ اشارے پہ ہر دم
ہیں تیار سب بے گماں اللہ اللہ!

دل ان کے ہیں معمور ذکر خدا سے
سبھی ہیں یہ شیریں زباں اللہ اللہ!

ہیں بستے فلک پر زمیں سے گئے ہیں
کہاں سے گئے ہیں کہاں اللہ اللہ!

ہوں لاشئ محض نام کا احمدی ہوں
ہوں انصار کا مدح خواں اللہ اللہ!

میرے پیارے ناصح کا ارشاد سن لو
جوانوں کے تم ہو جواں اللہ اللہ!

(محترم چوہدری عنایت اللہ صاحب احمدی لندن)

سچائی

محترم منصور احمد صاحب ـــــ سنت نگر۔ لاہور

دین حق میں توحید اور عبادت الٰہی کے بعد اخلاق حسنہ پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اخلاق سے مراد انسانوں کے باہمی تعلقات میں اچھے طریقے سے ملنے جلنے کا نام ہے۔ یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسانی معاشرہ میں ایک دوسرے پر جو انسانی فرائض جو حقوق العباد کی صورت میں عائد ہوتے ہیں ان کو احسن طریق سے ادائیگی کو اخلاق کہا جاتا ہے۔

دین حق میں عبادت کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ کو بھی ایمان کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ اور اخلاق حسنہ کو اہل ایمان کی ان ضروری صفات میں شامل کیا گیا ہے۔ جن پر ان کی بارگاہ الٰہی میں کامیابی اور نجات ابدی کا دارومدار ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی رو سے خدا کے نیک اور مقبول بندے وہی قرار دیئے گئے ہیں جن کے اخلاق اچھے ہونگے۔

اخلاقی خوبیوں میں جس اخلاقی خوبی کو سب سے زیادہ اہمیت اور فضیلت حاصل ہے وہ سچائی ہے۔ سچائی کے معانی عام طور پر سچ بولنے کے لئے جاتے ہیں اور سچ کی تعریف یہ ہے کہ جو بات جس طرح ہو اس کو من وعن اسی طرح بیان کیا جائے اور اس میں اپنی طرف سے کسی چیز کو شامل نہ کیا جائے۔ سچائی ایک نہایت ہی اہم صفت ہے۔ اور یہ ایسی صفت ہے جس کو دیگر ادیان میں بھی اختیار کرنے کی بے حد تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ ہندوؤں (آریہ سماج) کی مذہبی کتاب ستیارتھ پرکاش میں بھی ہندو قوم کو سچ بولنے کی تلقین کی گئی ہے اور جھوٹ نہ بولنے کی ہدایت کی گئی ہے آریہ سماج کے دس اصولوں میں سے چوتھا اصول راستی (سچائی) قبول کرنے اور نہ راستی (دروغگوئی) چھوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح ماں باپ کو بھی ہدایت کی گئی ہے کہ اپنی اولاد کو برے افعال سے بچنے کے علاوہ دروغگوئی اور معیوب باتوں کو ترک کرنے اور راستی (سچائی) اختیار کرنے کا حکم دیں۔ کیونکہ جس آدمی نے کسی کے سامنے ایک دفعہ دروغگوئی وغیرہ یا بد افعال کئے اس کی عزت اس کے سامنے تادم حیات نہیں ہوگی۔

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۳)

اس طرح انجیل میں بھی عیسائی بھائیوں کو بھی سچ بولنے اور دروغگوئی سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ چنانچہ امثال میں لکھا ہے۔

"جو جھوٹ بولتا ہے فنا ہوگا"

سچے کو شفقت اور صداقت کی زندگی کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ امثال باب ۲ آیت ۲۱ میں لکھا ہے:

"جو صداقت اور شفقت کی پیروی کرتا ہے۔ زندگی اور صداقت پاتا ہے"

اسی طرح انجیل میں راستبازوں کو آسودگی کی بشارت دی گئی ہے چنانچہ متی باب ۵ آیت ۶ میں لکھا ہے۔

"مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وہ آسودہ ہونگے۔"

سچائی نبیوں کی صفت ہے۔ دین حق میں سچائی کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ نہ صرف سچائی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ یہ تاکید کی گئی ہے کہ ہمیشہ سچوں کا ساتھ دو، سچوں ہی کی جماعت سے واسطہ رکھو اور ان کی صحبت میں رہو تاکہ ان کی سچائی کے اثر سے بری صحبت کے اثر سے بچتے رہو۔ خدا تعالیٰ کی خوشنودی والی جنت جن لوگوں کو ملے گی ان میں وہ بھی ہونگے جو دنیا میں دوسری صفتوں کے ساتھ سچائی اور راستبازی میں ممتاز ہونگے۔ اس کے علاوہ خدا تعالیٰ نے جن لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت دی ہے۔ ان میں دین حق وایمان اور خدا کی فرماں برداری کے بعد پہلا درجہ سچوں اور راست بازوں کا ہے۔ ہمارے آقا و مولا سیدنا حضرت محمد ﷺ بچپن سے ہی سچ بولا کرتے تھے اور ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سب لوگ آپ کو دعویٰ نبوت سے قبل بھی "امین اور صادق" کے نام سے پکارتے تھے۔

رسول کریم ﷺ نے سچائی کو اپنے دعویٰ نبوت کی صداقت کے لئے بطور ثبوت پیش فرمایا۔ آپ نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر قریش کے تمام بڑے بڑے سرداروں کو بلایا اور پوچھا کہ بتاؤ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بہت بڑا لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کر لو گے۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کیوں نہیں۔ خدا کی قسم ہم نے آپ ﷺ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا اور آپ کو ہمیشہ سچ پر قائم دیکھا۔ آپ یقیناً سچے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر سنو میں اللہ کا رسول ﷺ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ایک خدا کی عبادت کرو اور بتوں کی پوجا چھوڑ دو۔

سچائی میں ایسا اثر ہے جو انسان کے دل پر براہ راست ایسا اثر کرتی ہے کہ سخت سے سخت دل کو بھی موم کی طرح نرم کر کے رکھ دیتی ہے۔ اس جگہ پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا سچائی پر مبنی ایمان افروز واقعہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ چھٹی صدی ہجری کے بہت بڑے بزرگ تھے اور اپنی

صدی کے مجدد تھے۔ آپ کو دینی علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ بچپن میں آپ تحصیل علم کے لئے ایک قافلہ میں بغداد کے لئے روانہ ہوئے آپ کی والدہ ماجدہ نے چالیس دینار آپ کی صدری میں بغل کے نیچے سی دیئے۔ سفر پر روانہ کرتے وقت آپ کی والدہ محترمہ نے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ جب یہ قافلہ ابھی سمدان سے ذرا آگے پہنچا ہی تھا کہ ڈاکوؤں نے قافلہ پر حملہ کر کے سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں کے استفسار پر آپ نے بتا دیا کہ میرے پاس چالیس دینار صدری میں سلے ہوئے ہیں۔ ڈاکوؤں کے سردار نے پوچھا کہ اے لڑکے تونے یہ سب کچھ کیوں بتایا تو آپ نے جواب دیا۔ سفر پر روانہ ہوتے وقت میری والدہ محترمہ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا اگر مٹی زرخیز ہو تو سچی بات دلوں کو ہمیشہ گرماتی ہے اور جادو کی طرح اثر کرتی ہے پس آپ کا یہ جواب سن کر ڈاکو رونے لگا اور کہا کہ اے نوجوان تو کتنا فرماں بردار ہے کہ تو اپنی ماں سے کیا ہوا وعدہ نہیں توڑتا اور میں اتنا بد نصیب اور برا آدمی ہوں کہ اپنے پیارے خدا کو جو مجھے ماں باپ سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے اس کی نافرمانی کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے لوٹا ہوا سارا مال قافلہ والوں کو واپس کر دیا اور آئندہ چوری اور ڈاکے سے توبہ کر کے پارسا زندگی بسر کرنے لگا۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بھی اپنے آقا و مولا سیدنا حضرت محمد ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سچائی کا دامن کبھی نہیں چھوڑا حالانکہ آپ کو بے شمار مقدمات کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ سچ پر ڈٹے رہے۔ چنانچہ ۱۸۷۷ء میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے امرتسر کے ایک پریس میں طباعت کے لئے ایک پیکٹ بھیجا اور اس پیکٹ میں ایک خط رکھ دیا۔ اس زمانے میں ڈاکخانہ کے قواعد کی رو سے کسی پیکٹ میں خط رکھنا جرم تھا جس کی سزا ۵۰۰ روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید تھی۔ مگر حضور کو اس بات کا علم نہ تھا۔ یہ پیکٹ حضور نے امرتسر کے جس پریس میں بھیجا تھا اس کا مالک رلیا رام ایک عیسائی تھا۔ جب اس نے یہ پیکٹ وصول کیا تو اس نے دشمنی کی بناء پر ڈاکخانہ والوں کو اس کی اطلاع کر دی۔ جنہوں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر مقدمہ دائر کر دیا۔ انہی دنوں حضور کو خواب آئی کہ رلیا رام وکیل نے ایک سانپ آپ کو کاٹنے کے لئے بھیجا مگر آپ نے اسے مچھلی کی طرح تل کر اسے واپس کر دیا ہے۔

جب یہ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا تو وکلاء نے حضور کو مشورہ دیا کہ اس مقدمہ میں سزا سے بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ حضور عدالت میں یہ بیان دے دیں کہ یہ خط میں نے اس پیکٹ میں نہیں رکھا تھا بلکہ رلیا رام نے خود ہی دشمنی کی وجہ سے اس پیکٹ میں رکھ دیا ہے۔ جب یہ مشورہ حضور کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ جب خط خود میں نے پیکٹ میں رکھا تھا تو

پھر میں محض سزا سے بچنے کے لئے ہرگز اس سے انکار نہیں کروں گا۔ اس پر وکلاء نے کہا پھر تو آپ کے سزا سے بچنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ حضور نے فرمایا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا بہر حال میں جھوٹ ہرگز نہیں بولوں گا۔ چنانچہ جب عدالت نے دریافت کیا کہ کیا خط آپ نے خود پیکٹ میں رکھا تھا تو حضور نے جواباً فرمایا کہ "ہاں میں نے خود ہی رکھا تھا۔ کیونکہ مجھے یہ علم نہ تھا کہ ایسا کرنا ڈاکخانہ کے قوانین کے خلاف ہے۔ مخالف فریق بہت خوش تھا کہ اب حضور نے خود ہی اپنے جرم کا اقرار کرلیا ہے۔ اس لئے ضرور سزا مل جائے گی خدا کی قدرت دیکھئے جس جج کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا وہ حضور کی سچائی اور نیکی سے بہت متاثر ہوا چنانچہ اس نے حضور کو باعزت بری کردیا۔ گویا صرف سچ بولنے کی برکت سے ہی اللہ تعالیٰ نے بریت کے سامان مہیا فرما دیئے۔

پادری مارٹن کلارک کی طرف سے اقدام قتل کا جو مقدمہ حضور پر دائر کیا گیا اس میں حضور نے ہر حالت میں سچ بولنے کی ایک نادر مثال قائم کی ہے جو ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔

مارٹن کلارک نے ۱۸۹۷ء میں ایک سازش کے تحت حضور پر اقدام قتل کا مقدمہ کپتان ڈگلس کی عدالت میں دائر کیا اور الزام یہ لگایا گیا کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ایک شخص عبدالحمید نامی کے ذریعے پادری مذکور کو قتل کرانے کی کوشش کی ہے۔ حضور نے اس مقدمہ کی پیروی کے لئے ایک غیر احمدی وکیل مولوی فضل دین صاحب کو مقرر کیا ہوا تھا۔ انہوں نے حضور کی طرف سے ایک قانونی بیان تیار کیا جس میں کچھ باتیں خلاف مقدمہ بھی شامل تھیں جب بیان حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا

"میں کبھی ایسا بیان نہیں دونگا جو واقعات کے خلاف ہو بھلا میں اپنے آپ کو بچانے کی خاطر اپنے خدا کو کیوں ناراض کروں میں ایسے جھوٹے بیانوں پر بھروسہ نہیں رکھتا میرا بھروسہ تو اپنے خدا پر ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرا خدا مجھے ضرور بچائے گا۔ (الحکم ۱۴ نومبر ۱۹۳۴)

بعد میں اس غیر احمدی وکیل نے بتایا کہ میں حضور کی اس جراءت پر حیران رہ گیا کہ قتل کا مقدمہ درپیش ہے مگر پھر بھی آپ جھوٹ بولنے پر آمادہ نہیں ہوئے حالانکہ مقدمہ دائر کرنے والے عیسائی تھے اور جس حاکم کی عدالت میں یہ مقدمہ چل رہا تھا وہ بھی عیسائی تھا اور حضور کے مخالفین میں عیسائی بھی اس مقدمہ میں سزا دلانے کی پوری پوری کوشش کر رہے تھے۔ لیکن ان تمام حالات کو دیکھنے کے باوجود حضور سچ پر ڈٹے رہے اور جھوٹا بیان دینے کے لئے کسی حالت میں بھی تیار نہ ہوئے۔

پس بالآخر اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر اس سنگین مقدمہ میں آپ کی مدد فرمائی اور نہ صرف یہ کہ

عدالت نے باوجود مخالفین کی پوری کوشش کے آپ کو گرفتار نہ کیا بلکہ پوری تحقیقات کے بعد سچ بولنے کی برکت سے ہی آپ کو باعزت اس مقدمہ سے بری کر کے تمام مخالفین کو ناکام و نامراد رکھا۔ اللہ تعالیٰ سچ بولنے سچ پر قائم رہنے کی توفیق سے نوازتا رہے تا "کونوامع الصادقین" کا تسلسل جماعت احمدیہ میں جاری و ساری رہے۔

بقیہ: حضرت مصلح موعود اور دعوت الی اللہ

ہوں اور اس کو آگے پھیلائیں اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے ایک دن ساری دنیا میں پھیل جائے"۔ (مشعل راہ)

حضرت فضل عمر نے اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ

"ہر احمدی اقرار کرے کہ وہ سال میں کم از کم ایک احمدی بنائے گا" پھر فرمایا "اپنی جماعت میں ہر قسم کے لوگوں کو داخل کرو غریب بھی اور امیر بھی اور درمیانہ درجہ کے بھی اور اس کی پرواہ نہ کرو کہ لوگ ان کو ذلیل سمجھتے ہیں یا کیا سمجھتے ہیں" (تفسیر کبیر جلد ششم)

ایک اور جگہ فرمایا

"اپنے پایہ اور اپنے طبقہ کے لوگوں کو احمدی بناؤ ایک زمیندار زمیندار کو احمدی بنائیں وکیل وکیلوں کو، ڈاکٹر ڈاکٹروں کو، انجینئر انجینئروں کو، پلیڈر پلیڈروں کو، اس طرح چند سالوں میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا کیا جا سکتا ہے"۔ (الفضل ۱۰ فروری ۱۹۲۹ء)

تصحیح

ماہنامہ انصار اللہ ماہ اکتوبر ۱۹۹۲ء کے پہلے ٹائیٹل پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جو نظم شائع ہوئی ہے اس کا پانچواں شعر یوں ہے۔ احباب تصحیح فرمالیں ؎

یہ محبّتوں کا لشکر جو کرے گا فتحِ خیبر
ذرا تیرے بُغض و نفرت کے حصار تک تو پہنچے

(ادارہ)

تربیت کے اہم تقاضے

محترم محمود مجیب اصغر صاحب۔ کوٹ ادّو مظفر گڑھ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدیت کی دوسری صدی کے آغاز پر تلاوت قرآن کریم، نمازوں کی پابندی، پانچ بنیادی اخلاق (سچ کی عادت، نرم اور پاک زبان کا استعمال، وسعت حوصلہ، غریب کی ہمدردی اور مضبوط عزم و ہمت) اختیار کرنے اور دعوت الی اللہ کی طرف جماعت کی خصوصی توجہ مبذول فرمائی تھی اس سلسلہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود کی چند تحریریں پیش خدمت ہیں۔

تلاوت قرآن کریم

فرمایا۔ "پرستش کی جڑ تلاوت کلام الٰہی ہے۔ کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے یا سنا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے"۔ (سرمہ چشم آریہ)

پھر فرمایا۔ "قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر کرے۔ یہ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب و غریب اور سچا فلسفہ ہے اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی جب تک نظام اور ترتیب قرآنی کو مدنظر نہ رکھا جاوے اور اس پر پورا غور نہ کیا جاوے قرآن شریف کے اغراض پورے نہ ہوں گے"۔ (ملفوظات جلد اول)

نیز فرمایا۔ "بلا شبہ ہماری بھلائی اور ترقی علمی اور ہمارے دائمی فتوحات کے لئے قرآن ہمیں دیا گیا ہے اور اس کے رموز اور اسرار غیر متناہی ہیں جو بعد تزکیہ نفس اشراق اور روشن ضمیری کے ذریعہ سے کھلتے ہیں خداتعالیٰ نے جس قوم کے ساتھ کبھی ہمیں ٹکرا دیا اس قوم پر قرآن کے ذریعہ سے ہم نے فتح پائی وہ جیسا امی دیہاتی کی تسلی کرتا ہے ویسا ہی ایک فلسفی معقول کو اطمینان بخشتا ہے یہ نہیں کہ وہ صرف ایک گروہ کے لئے اترا ہے دوسرا گروہ اس سے محروم رہے بلاشبہ اس میں ہر ایک شخص اور ہر ایک زمانہ اور ہر ایک استعداد کے لئے علاج موجود ہے جو لوگ معکوس الخلقت اور ناقص الفطرت نہیں وہ قرآن کی ان عظمتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے انوار سے مستفید ہوتے ہیں"۔ (الحق بحث لدھیانہ)

نمازوں کی پابندی

فرمایا۔ "اس زندگی کے کل انفاس اگر دنیاوی کاموں میں گذر گئے تو آخرت کے لئے کیا ذخیرہ کیا۔ تہجد کے لئے خاص کر اٹھو اور ذوق و شوق سے ادا کرو درمیانی نمازوں میں بہ باعث ملازمت ابتلاء آجاتا ہے رازق اللہ تعالیٰ ہے نماز اپنے وقت پر ادا کرنی چاہیئے۔ ظہر و عصر کبھی کبھی جمع ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ضیعف لوگ ہوں گے اس لئے یہ گنجائش رکھ دی مگر یہ گنجائش تین نمازوں کے جمع کرنے میں نہیں ہو سکتی جب کہ ملازمت میں اور دوسرے کئی امور میں لوگ سزا پاتے ہیں اور مورد عتاب حکام ہوتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ کے لئے تکلیف اٹھاویں تو کیا خوب ہے"۔(ملفوظات جلد اول ص۶)

فرمایا۔ "مجبوری کی حالت میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کا جمع کرکے پڑھ لینا جائز ہے"۔(ملفوظات جلد اول ص۲۶۵)

فرمایا۔ "نماز کی قضا نہیں ہوتی اب اس کا علاج توبہ ہی ہے"۔(ملفوظات جلد ہشتم ص۲۰۳)

فرمایا۔ "اگر تم چاہتے ہو کہ خیریت سے رہو اور تمہارے گھروں میں امن رہے تو مناسب ہے کہ دعائیں بہت کرو اور اپنے گھروں کو دعاؤں سے پر کرو۔ جس گھر میں ہمیشہ دعا ہوتی ہے خداتعالیٰ اسے برباد نہیں کیا کرتا"۔(ملفوظات جلد سوم)

فرمایا۔ "نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے اور جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہر وضو کرتے ہیں ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔ تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کرلو تاکہ تم پر رحم کیا جائے......... دنیا کی خوش حالی کی شرطوں سے خداتعالیٰ کی عبادت مت کرو کہ ایسے خیالات کے لئے گڑھا درپیش ہے بلکہ تم اس لئے اس کی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے چاہیئے پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جاوے اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی راضی ہو جاوے کیونکہ جو اس سے کم تر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے۔

چاہیے کہ (-) کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خداتعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو اور اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور (-) کے لئے سارے دکھ اٹھاؤ"۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم)

"ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپرواہ ہے اس کے تمام نوکر چاکروں کا گناہ اس کی گردن پر

ہے"۔ (کشتی نوح)

پانچ بنیادی اخلاق

(الف) سچ کی عادت

فرمایا "سچائی اختیار کرو، سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں کیا انسان اس کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے کیا اس کے آگے بھی مکاریاں پیش جاتی ہے۔ نہایت بدبخت آدمی اپنے فاسقانہ افعال اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں۔ تب وہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کو اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں ہوتی۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم)

"بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق اور فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا"۔

(تبلیغ رسالت)

(ب) نرم اور پاک زبان کا استعمال

"حد سے زیادہ بدخلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے حد سے زیادہ خدا یا اس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہ ہونا لعنتی زندگی ہے ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ"۔ (کشتی نوح)

اسی طرح فرمایا۔

"میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں اور چاہیئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو اور یاد رکھو ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگزر اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذبات نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اٹھ جاؤ"۔ (تبلیغ رسالت)

(ج) وسعت حوصلہ

فرمایا "بیعت کنندہ سچے دل سے اس بات کا عہد کرے کہ........ نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے"۔ (تبلیغ رسالت جلد اول)

فرمایا "ناانصافی پر ضد کرکے سچائی کا خون نہ کرو حق کو قبول کرلو اگرچہ ایک بچہ سے اور اگر مخالف کی طرف سے حق پاؤ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق کو چھوڑ دو"۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم)

"تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے"۔ (کشتی نوح)

حضرت مسیح موعود نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا۔

"میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا (-) بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے میرے نفس کو گندی گالی دیتا رہے آخر وہی شرمندہ ہوگا اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا"۔ (ملفوظات جلد اول)

(د) غریب کی ہمدردی

فرمایا "قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں ایک توحید و محبت و اطاعت باری عز اسمہ دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور اپنے بنی نوع کی"۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم)

"کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشوائی کے لئے قبول کیا اور قرآن شریف کو رہنمائی کے لئے اختیار کرلیا"۔ (کشتی نوح)

"تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو"
(کشتی نوح)

(ر) مضبوط عزم و ہمت

فرمایا "خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ وہ بڑی مراد ہے اس کے حاصل کرنے کے لئے جانوں کو فدا کرو۔ عزیزو! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو۔ موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے ایک بچے کی طرح بن کر اس کے حکموں کے نیچے چلو"۔

(ازالہ اوہام جلد دوم)

فرمایا "تمہیں خوش خبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں"۔ (الوصیت)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس نرمی اور حسن سلوک سے دوست بن جاوے اور ان باتوں کو آرام اور سکون کے ساتھ سن لے"۔

(الحکم ۱۷ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

پھر فرمایا "سچائی کی فتح ہوگی اور (-) کے لئے پھر اسی تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے وقتوں میں چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک محنت اور جاں فشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز (-) کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں (-) کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر (-) کی زندگی (-) کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں (-) نام ہے......... اسی (-) کا زندہ کرنا خداتعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے موثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت (-) کو منقسم کردیا چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے۔

- ایک شاخ تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا۔
- دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنے کا سلسلہ ہے جو بحکم الٰہی اتمام حجت کے غرض سے جاری ہے۔
- تیسری شاخ اس کارخانہ کی وار دین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پاکر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں۔
- چوتھی شاخ اس کارخانہ کی وہ مکتوبات ہیں جو حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف لکھے جاتے ہیں۔
- پانچویں شاخ اس کارخانہ کی جو خداتعالیٰ نے اپنی خاص وحی اور الہام سے قائم کی مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ ہے۔

(فتح اسلام)

فرمایا "اس وقت صدق و وفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقع دیا گیا ہے یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے اب اس کے بعد کوئی موقع نہ ہوگا بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھو دے"۔ (ملفوظات جلد ہشتم)

فرمایا "چونکہ میرا کام دعوت (۔) کا ہے اس لئے میں دوبارہ ظاہر کرتا ہوں اور میں قسم حضرت احدیت جل شانہ کی کھا کر کہتا ہوں کہ میرے خدا نے اپنی وحی کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ معصیت اور دنیا پرستی میں ایسے غرق ہو گئے ہیں کہ خدائے تعالیٰ پر بھی ایمان نہیں رہا اور وہ جو اس کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا ہے اس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور یہ ٹھٹھا اور لعن طعن حد سے گذر گیا ہے پس خدا فرماتا ہے کہ میں ان سے جنگ کروں گا اور میرے وہ حملے ان پر ہوں گے جو ان کے خیال و گمان میں نہیں کیونکہ انہوں نے جھوٹ سے اس قدر دوستی کی کہ سچائی کو اپنے پاؤں کے نیچے پامال کرنا چاہا پس خدا فرماتا ہے کہ میں نے اب ارادہ کیا ہے کہ اپنے غریب گروہ کو ان درندوں کے حملوں سے بچاؤں اور سچائی کی حمایت میں کئی نشان ظاہر کروں اور وہ فرماتا ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا"۔

(تبلیغ رسالت جلد دہم)

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے، اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو میرے بعد مل کر کام کرو"۔

(الوصیت)

والدین! آپ کردار میں پاکیزگی پیدا کریں

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے واقفین نو کے والدین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :۔

"تربیت کے مضمون میں یہ بات یاد رکھیں کہ ماں باپ جتنی چاہیں زبانی تربیت کریں اگر ان کا کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لیں گے اور مضبوط پہلو کو چھوڑ دیں گے۔ نیز فرمایا خدا کا خوف کرتے ہوئے استغفار کرتے ہوئے اس مضمون کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کریں اور دلنشین کریں اور اپنے کردار میں اتنی پاکیزہ تبدیلی پیدا کریں کہ آپ کی یہ پاکیزہ تبدیلی اگلی نسلوں کی اصلاح اور ان کی روحانی ترقی کے لئے کھاد کا کام دے اور بنیادوں کا کام دے جن پر عظیم عمارتیں تعمیر ہوں گی......... اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطاء فرمائے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء)

بلا تبصرہ

شذرات

۲۵ ر اگست ۱۹۹۲ء کو روزنامہ جنگ لاہور کے صفحہ آخر پر قادیانی سربراہ مرزا طاہر احمد کی خبر نے چونکا دیا۔ حیران ہوں کہ باطل پرست ستاروں پر کمندیں ڈال رہے ہیں۔ لیکن دینی جماعتیں باہمی سر پھٹول میں مصروف ہیں۔

قادیانی باطل ہونے کے باوجود بہت آگے بڑھ رہے ہیں۔ شور و غل اور ہنگامہ آرائی کے بغیر نہایت خاموشی سے وہ اپنے مقاصد کے حصول میں شب و روز مصروف ہیں۔ قادیانیوں کا بجٹ کروڑوں روپوؤں پر مشتمل ہوتا ہے۔ تبلیغ کے نام پر دنیا بھر میں وہ اپنے جال پھیلا چکے ہیں ان ان کے مبلغین دور دراز ملکوں کی خاک چھان رہے ہیں۔ بیوی بچوں اور گھر بار سے دور قوت لایموت پر قانع ہو کر افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں یورپ کے ٹھنڈے سبزہ زاروں میں آسٹریلیا کینیڈا اور امریکہ میں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں۔ ادھر ہماری کیفیت یہ ہے کہ دینی جماعتوں کے بجٹ چند لاکھوں سے متجاوز نہیں ہوتے۔ مگر اندرون پاکستان عیسائی مشنری "ذکری" اور بہائی لوگوں کو دین سے برگشتہ کریں بلکہ مرتد بنانے میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ ان کے تبلیغی مشن ان کے اشاعتی پروگرام زور و شور سے جاری ہیں وہ اپنے باطل مذاہب کی تبلیغ کے لئے لٹریچر کے انبار لگا رہے ہیں پھر وہ جدید تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہو کر سائنس کی کرشمہ سازیوں سے خوب استفادہ کر رہے ہیں۔ مگر دینی جماعتیں اور ان کے سربراہ تکفیر کی بمباری میں مصروف ہیں۔

روزنامہ جنگ نے اپنے صفحہ آخر پر یہ خبر لگائی ہے کہ مرزا طاہر احمد کا خطاب سیارے کے ذریعہ سے چار براعظموں میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔ آسٹریلیا' افریقہ' یورپ' ایشیا۔ ہمارا عالمی روحانی اجتماع عرفات کے میدان میں حج کے موقعہ پر ہوتا ہے۔ تو حج کی پوری کیفیات اور حرکات و سکنات سیارے کے ذریعے بعض ایشیائی اور افریقی ملکوں تک بمشکل پہنچائی جاتی ہیں۔ کسی ملک کے سربراہ کی تقریر یا خطاب کو سیارے کے ذریعے دنیا بھر میں کبھی ٹیلی کاسٹ نہیں کیا گیا مختلف ممالک میں بڑی بڑی سیاسی جماعتیں اور ان کے قد آور سربراہ موجود ہیں۔ ان کی تقریریں اور بیانا بھی پریس کے ذریعے پھیلائے جاتے ہیں۔ سیارے کے ذریعے کبھی ٹیلی کاسٹ نہیں کئے گئے۔ ہمارے ملک میں دو بڑی قومی سیاسی جماعتیں موجود ہیں۔ پاکستان مسلم لیگ کے سربراہ جناب محمد خان جونیجو ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی جن کی قائدہ بنت بھٹو مسز بے نظیر زرداری ہیں۔ یہ دونوں جماعتیں باری باری ملک کی حکمران رہتی ہیں۔ ان دونوں

لیڈروں کی تقریریں آج تک نہ ٹیلی کاسٹ کی گئیں اور نہ ہی دوسرے ملکوں میں انہیں پہنچایا گیا۔

میاں نواز شریف ملک کے وزیر اعظم اور قائد ایوان ہیں۔ صدر پاکستان غلام اسحاق خان چیف آف سٹاف جنرل آصف نواز جنجوعہ ہیں ان کے خیالات خطابات اور تقریریں بھی آج تک سیارے کے ذریعے ٹیلی کاسٹ کر کے دور دراز ممالک تک اپنے خیالات پہنچانا' بہت مہنگا کام ہے جو ہمارے جیسے غریب ملک کی بساط سے باہر ہے۔

ہم پاکستان کی تمام دینی جماعتوں اور سربراہوں کو یہ دعوت فکر دیں گے کہ خدا کے لئے اسلام کی عظمت کے لئے دین کی سربلندی کے لئے رسول اللہ کی ختم نبوت کے ۔تحفظ کے لئے صحابہ کی ناموس کی حفاظت کے لئے اکٹھے ہو جائیں۔ جیسا کہ ۱۹۵۳ء میں اکٹھے ہوئے تھے۔ ورنہ ہمیں اندیشہ ہے ۔

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اقبال مرحوم کی زبان میں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ۔

تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

بادنی تصرف نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے پاکستانی مسلمانو! تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔ تفصیلی مضمون کسی دوسری مجلس میں لکھیں گے۔ مضمون سمیٹنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ۲۵ اگست کے روزنامہ جنگ لاہور کے صفحہ آخر کی خبر کے متن کو پیش کر دیا جائے۔ تاکہ اہل درد' اہل فکر' خبر پڑھ کر اس کا صحیح تجزیہ کر سکیں اور حالات و ظروف کا جائزہ لے سکیں۔ روزنامہ جنگ بایں الفاظ سرخی لکھتا ہے۔

"مرزا طاہر احمد کا خطبہ چار براعظموں میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا"۔ خبر کا متن یہ ہے۔

ربوہ۔ جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے کہا ہے کہ دنیا میں سب سے بڑی برائی جھوٹ ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ بدظنی بھی جھوٹ ہے۔ اور دنیا کے اکثر جھگڑے بدظنی سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ جھوٹ رزق کو کھا جاتا ہے۔ اور جھوٹ بولنے والی قوموں کا رزق چھین لیا جاتا ہے۔ اس میں دیندار اور غیر دیندار کا کوئی فرق نہیں۔ جو قومیں سچ کو اختیار کرتی ہیں ان کے رزق میں برکت ملتی ہے۔ مسلم دنیا کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے پیش آیا جائے۔ اور بھائیوں جیسے تعلقات قائم کئے جائیں۔ ان کا یہ خطبہ مواصلاتی سیارے کے ذریعے دنیا کے چار براعظموں میں ٹی وی پر دیکھا اور سنا گیا۔ ان براعظموں میں آسٹریلیا' ایشیا' یورپ اور افریقہ شامل ہیں۔ عنقریب ان کے خطبات امریکہ اور کینیڈا میں بھی اسی طرح براہ راست مواصلاتی سیارے کے ذریعہ "ڈش انٹینا" کے ذریعے دیکھے اور سنے جایا کریں گے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۱۱ر ستمبر ۹۲ء)

❀ ❀ ❀

ہر احمدی کو وہ دل اپنے سینے میں داخل کرنا چاہیئے

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بوسنیا کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے خلاف جماعت احمدیہ کو تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

"احمدیوں کو میں اس سلسلہ میں توجہ دلاتا ہوں۔ جو مجھے اطلاعیں مل رہی ہیں ابھی تک پورا اس قدر بے چینی کا اظہار ہر جگہ نہیں ہوا جو میں سمجھتا ہوں کہ ہونا چاہیئے۔ جتنی زیادہ تکلیف ہے اس کا عشر عشیر بھی ہمارے احمدیوں کو بھی نہیں پتہ کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس لئے سارے یورپ کی جماعتیں اور مغرب کی جماعتیں جن تک میری آواز پہنچی ہے ان کو میں توجہ دلاتا ہوں کہ خدا کے حضور آپ لوگ بری الذمہ تب ٹھہریں گے۔ جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل لے کر پھر بنی نوع انسان کی خدمت کریں۔ ایسا دل لے کے جائیں جس کے اوپر خدا کے پیار کی نظریں پڑیں۔ یہ نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ تم کیوں غم نہیں محسوس کر رہے؟ تم کیوں فکر نہیں کر رہے؟ خدا کہے کہ تم کیوں اتنا فکر کر رہے ہو! ...... اس مضمون کو خدا تعالیٰ نے ان لفظوں میں بیان فرمایا:۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ

اے میرے محمدؐ! کیا تو ان کی خاطر اپنے پاک نفس کو ہلاک کرلے گا جو تیرا انکار کر کے ہلاکت کی طرف جا رہے ہیں۔

پس آج ---- محمد مصطفیٰ کے دل کی ضرورت ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)
اسی دل سے حقیقی سچی ہمدردی کے سرچشمے پھوٹتے ہیں۔ ہر احمدی کو وہ دل اپنے سینے میں داخل کرنا چاہیئے۔ کہ اس دل کے ساتھ بنی نوعِ انسان کی خدمت کرنی چاہیئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ - نومبر ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل - لندن)